ہماری یہ حکمت عملی اس لیے اور بھی ضروری ہے کہ گزشتہ دو سو سال کے عرصہ میں ہمارے سواد اعظم نے، خواہ وہ روایتی دینی طبقہ ہو یا ترقی پسند روشن خیال لادینی طبقہ، دینی اور دنیاوی علوم کی تفریق کو جزو ایمان بنالیا اور جس طرح لادینی ذہن (secular mindset) نے دین کو اپنے دائرہ اثر سے بیک بنی و دوگوش فارغ کر دیا ویسے ہی دینی طبقات نے علم کی ان شاخوں کو جن کا تعلق طبعی اور مادی علوم سے تھا خطرۂ ایمان قرار دے کر اپنے نصابات سے یک قلم خارج کر دیا۔ ہاں منطق قدیم اور خوارزم شاہی دور کی فلکیات کو ضرور برقرار رکھا، چاہے فلکی برج اور کہکشاں نے اپنی جائے قرار میں کوئی تبدیلی ہی کیوں نہ کر لی ہو۔ اس طرح ستاروں پر کمند ڈالنے کا عمل پتنگ بازی پر آ کر اٹک گیا اور وہ بھی زعفرانی رنگ کے نرم و نازک ریشمی ملبوسات اور ہندوانہ رسوم اختیار کرنے کی شکل میں بے غیرتی کا ایک جیتا جاگتا نمونہ بن گیا!

ہمارے مکالمہ کی بنیاد وہ موضوعات ہونے چاہییں جو مستقبل کے حوالے سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں یعنی توانائی کے وسائل، امن عالم، حقوق انسانی، ماحولیاتی تحفظ، قدرتی وسائل خصوصاً پانی کی منصفانہ تقسیم و استعمال، خواتین کے ساتھ عدم تفریق کا رویہ، یک قطبی نظام کے مضر پہلو، عالمگیریت کے اثرات اور کثرتیت (pluralism) کا تحفظ و بقاء۔ لازمی طور پر ان تمام مسائل کا قریبی تعلق معاشی اور سیاسی آزادی کے ساتھ ہے اور مسلم دنیا کے دانش وراور اہل فکر پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ان موضوعات پر اپنا موقف اور اس موقف کی بنا پر مغرب کے ساتھ اپنے تعلقات کی نوعیت پر اپنی رائے کا اظہار ایسے لہجے اور اسلوب میں کریں جس کے ذریعے وہ یورپ و امریکہ کے قدرے کم متعصب اور کھلے ذہن کے افراد کو امریکی برسر اقتدار طبقہ کی انسانیت دشمنی بلکہ خود امریکہ کے مفاد کے منافی حکمت عملی کے خدوخال سمجھا سکیں اور ایک مستقل فکری عمل، تبادلہ خیالات اور مکالمہ کے نتیجہ میں مغرب اور اسلام کے درمیان فہم و فراست کے پل تعمیر کر سکیں۔

اس سلسلے میں مغربی لادینیت (Western secularism) کا تجزیہ اور اس کے فکری اور تطبیقی پہلو ہماری خاص توجہ چاہتے ہیں۔ ہمیں مغربی لادینیت کے خدوخال خود مغرب کے مفکرین سے براہ راست اخذ کر کے اپنی تنقید اور اسلامی متبادل فکر کو وضاحت سے پیش کرنا ہوگا تاکہ خود مغرب کے ذی شعور افراد جس فکری جال میں پھنس گئے ہیں وہ معروضی طور پر اسے محسوس کر سکیں اور ہم اسلامی فکر کی بنیاد پر